غزوات النبی ﷺ سے مستنبط فقہی احکام: ایک علمی و تحقیقی جائزہ

The Juristic Rulings Derived from Ghāzwāt ūn Nābī (S.A.W): A Research Overvew

محمد وقاص[i] ڈاکٹر محمد ناصر[ii]

Abstract

Mūtālāt-e-Seerāt apparently seems two distinct subjects and topics because the sphere of fīqh is principles of law and shārīā, and sphere of seerāt is generally considered as history and biography of prophet Muhammad(S.A.W).But actually there is great relationship between these two. Fīqh refers to deep and profound understanding, for instance deep understanding of commandments of Holy Qūr'ān and of seerāt of Holy prophet(S.A.W). It is not easy to follow the rules of the shārīā until these three are deeply understood. Therefore there is deep relationship between fīqh and seerāt. Infact, it is necessary to understand seerāt to understand rules of fīqh .And without understanding the rules of fīqh, teaching and commandments of seerah cannot be understood. Mūtālāt-e-Seerāt in this era is a needful field of study. This wrok aims to investigate narrations and events within the seerah and to protect them from unnecessary, fabricated or weak and invalid narrations. Following consist of fūiqhīyyāt extracted from the Battle of Ūhūd and some of them later, which will be useful in accessing the original purpose of the seerāt.

Key Words: Juristic Rulings, Ghāzwāt ūn Nābī(S.A.W), Battle of Ūhūd

تمہید

دعوت اسلامیہ کی نشر واشاعت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے اس کے ہر پہلو کے لیے سیرت نبوی میں رہنمائی موجود ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے رفیق اعلی کے پاس جانے سے پہلے ہر اس انسان کے لیے بے شمار نمونے چھوڑے ہیں جو آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہو، خواہ وہ دعوت و تربیت کا میدان ہو یا تعلیم و ثقافت کا، جہادی امور ہوں یا زندگی کے کسی

---

[i] پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

[ii] ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

شعبے سے بھی تعلق رکھنے والے معاملات ہوں، ان تمام کا حل ہمیں سیرت طیبہ کے مطالعے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

سیرت نگاری کے مختلف اسالیب میں ایک اسلوب وہ ہے جس میں واقعات سیرت کا احاطہ تو کیا ہی جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ واقعات سیرت پر تدبر کرنے کے بعد جو اہم نکات، دروس اور احکام و مسائل معلوم ہوتے ہیں، سیرت نگاری کے اس منفرد اسلوب میں انہی دروس اور مسائل کو بھی مناسب جگہ دی جاتی ہے۔ اصطلاح میں سیرت کے ایسے طرز نگارش کو فقہ السیرۃ یا مطالعات سیرت کے نام سے جانا جاتا ہے۔

عصر حاضر میں "فقہ السیرۃ" یا "مطالعات سیرت" کا نیا رجحان امت کے سامنے جو آیا ہے اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ بیسویں صدی سے قبل کے سیرت نگاروں نے اس مفہوم کے مطابق کام نہیں کیا، بلکہ ان کی کتابوں میں "فقہ السیرۃ" کے حوالے سے بے شمار ذخیرہ موجود تھا۔ اگر ہم عصر حاضر سے پہلے کی تالیفات سیرت کا جائزہ لیں تو یہ نہیں تھا کہ ان کتب سیرت میں مطالعات سیرت یا احکام و مسائل کا استنباط مفقود تھا، بلکہ حقیقت میں تو انہی کتب سیرت میں فقہیات سیرت، دروس و مسائل اور احکام و نکات کا بدرجہ اتم استنباط موجود تھا، لیکن متقدمین نے واقعہ کے ضمن میں ہی اس کو رکھا الگ سے ذکر نہیں کیا، جیسا کہ: ابن حزم ظاہری (456ھ) کی "جوامع السیر"، ابن عبدالبر (463ھ) کی "الدرر في اختصار المغازی والسیر"، امام سہیلی (581ھ) کی "الروض الانف" علامہ ابن القیم (751ھ) کی "زاد المعاد في هدى خير العباد"، اور علامہ ابن کثیر (774ھ) کی "السیرۃ النبویۃ" اس موضوع پر قابل ذکر تصانیف ہیں۔ اور اس کے علاوہ متعدد تصانیف اس نہج پر لکھی گئیں اور ان کا یہی اسلوب تھا اور ان میں مفصل انداز میں واقعات سیرت سے فقہیات کو اخذ کیا گیا تھا، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ موجودہ دور کی کتب فقہ السیرۃ کا مصدر و منبع دراصل یہی کتب ہیں۔ لیکن اُس دور میں متقدمین سیرت نگاروں کے ہاں "فقہیات سیرت" کی اصطلاح کا رواج نہ تھا۔

میں نے اپنی اس تحریر میں سیرت طیبہ کے اسی رجحان کو مد نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے غزوات (غزوہ احد اور اس کے بعد کے چند سرایا) سے متعلق فقہیات سیرت کے استخراج کو پیش کیا ہے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان غزوات کے اصل مقاصد اور مفاہیم کیا تھے اور ان سے ہمیں کیا اسباق اور مسائل معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ سیرت طیبہ کو واقعاتی طرز سے ہٹ کر درایتی انداز میں سمجھنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ یہ وہ واحد راستہ ہے کہ جس سے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا اصل مقصد اور تبلیغی حکمتیں بہ آسانی سمجھ آسکتی ہیں۔ طریقہ کار یہ اختیار کیا ہے کہ پہلے غزوہ اور سریہ کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے اور پھر چند غزوات اور سرایا کا تذکرہ کر کے ان سے مستنبط فقہی احکام کو بیان کیا ہے اور آخر میں خلاصۂ بحث کے عنوان میں اس آرٹیکل کا نچوڑ بیان کیا ہے۔

غزوہ

غزوہ واحد اور غزوات جمع ہے، جس کا معنی قصد کرنا ہے۔ غزوات یا مغازی کا لفظ نبی کریم ﷺ کا بنفس نفیس کفار کے مقابلے کے لیے لشکر تیار کر کے نکلنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، خواہ یہ قصد اور نکلنا شہر کی طرف ہو یا میدان کی طرف ہو۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں 28 غزوات میں شرکت کی تھی[1]۔

سریہ

سریہ واحد اور سرایا جمع ہے جو کہ عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی فوج کے ٹکڑے کے آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دشمن کے مقابلے کے لئے لوگوں کو بھیجا ہو لیکن خود اس میں شریک نہ ہو، سرایا کہلاتے ہیں۔ آپؐ نے تقریباً 54 سرایا بھیجے تھے[2]۔

غزوہ احد

مختصر طور پر غزوہ احد کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنو کو آزمایا اور منافقین اور ان میں امتیاز کر دیا۔ وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ نے قریش کے سرداروں کو بدر میں ہلاک کر دیا تو ان کو وہ مصیبت پہنچی جو ان کے گمان و خیال میں بھی نہ تھی۔ ابوسفیان ان میں سردار بن گیا کیونکہ ان کے تمام سردار ختم ہو چکے تھے۔ چنانچہ قریش کو فساد انگیزی کے لیے اکٹھا کرنے لگا۔ پھر تین ہزار آدمی جو قریش اور حلفاء قریش اور احابیش[3] سے جمع ہوئے، یہ اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لائے تا کہ بھاگیں نہیں۔ ابن اسحاق کے مطابق یہ آٹھ، واقدیؒ کے مطابق چودہ اور ابن سعدؒ کے مطابق یہ پندرہ عورتیں تھیں[4]۔ پھر ان کو لے کر مدینہ کی طرف چڑھ دوڑے اور جبل احد کے قریب مقام عینین جو جبل مرماۃ کے نام سے معروف ہوا، وہاں پڑاؤ ڈالا۔ اس غزوہ میں پہلے تو مسلمان غالب آئے، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے غلبہ کو کئی حکمتوں کے پیش نظر شکست میں تبدیل کیا۔

مستنبط فقہیات سیرت:

مصلحت عامہ کو مصلحت خاصہ پر فوقیت دینا

لشکر کے خروج کے لیے آپ ﷺ مناسب وقت اور مناسب راستہ اختیار فرماتے۔ آپ ﷺ نے ساتھیوں سے فرمایا:

> "من رجل يخرج بنا على القوم من كثب من طريق لا يمر بنا عليهم"[5]
>
> "کون ایسا مختصر اور محفوظ راستہ جانتا ہے کہ وہ ہمیں اس طرح دشمن تک لے جائے کہ ہم دشمن کے قریب سے نہ گزریں۔"

اس اعلان کے بعد رسول اکرم ﷺ نے عام راستے سے ذرا ہٹ کر ایسے راستے کا انتخاب کیا جو گھنے باغات اور درختوں کے درمیان میں سے گزرتا تھا، اس وجہ سے کہ دشمن مسلمانوں کی قوت اور طاقت کا اندازہ نہ کر سکے۔ آپ نے شروع سے ہی

احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ اس واقعہ سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ اگر کسی شخص کے مد مقابل دو مصلحتیں آ جائیں تو اس کو چاہیے کہ مصلحت خاصہ کو چھوڑ کر مصلحت عامہ کو ترجیح دے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ احد میں جن کھیتوں کے راستے سے گزرے تو وہ ایک منافق کے تھے آپ نے اس کھیت کی تباہی کا بالکل خیال نہیں کیا، اس لیے کہ یہاں پورے لشکر کی مصلحت عامہ کارفرما تھی۔ آپؐ نے اپنے اس عمل کے ذریعے امت کو یہ تعلیم دی کہ دینی مصلحت ہر حال میں دیگر مصالح پر مقدم ہے اور اس واقعہ میں دینی مصلحت یہی مصلحت عامہ تھی جس کو آپ نے انفرادی یعنی مصلحت خاصہ پر ترجیح دی۔[6]

غیر مسلم سے مدد کا جواز؟

غزوہ احد میں جب رسول اکرم ﷺ وادی "شیخان" پر پہنچے تو اس مقام پر آپ نے کسی لشکر کا شور شرابہ سنا، جس میں ہتھیاروں کی آوازیں بھی شامل تھیں، آپ ﷺ نے پوچھا: "ما هٰذه؟" "یہ آواز کیسی ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ منافق عبداللہ بن ابی ابن سلول کے یہودی حلیف ہیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

"لا نستنصر باهل الشرك على اهل الشرك"

"ہم مشرکوں کے خلاف مشرکوں کا تعاون نہیں لیتے۔"

یہاں سے ایک بنیادی مسئلے کا استنباط ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان اپنی مدد کے لیے اگر کسی غیر مسلم یا مشرک کی معاونت لیتا ہے تو اسلام کی نظر میں یہ مستحسن عمل نہیں اگرچہ اس کا جواز موجود ہے[7]۔

موت کی آرزو کرنا

کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی وجہ سے اپنی موت کی تمنا کرے، البتہ میدان جنگ میں دشمن سے لڑتے ہوئے شہادت کی تمنا اور آرزو کرنا جائز ہے۔[8]

شہید کی تدفین

شہید کے بارے میں سنت عمل یہی ہے کہ وہ جس مقام پر شہید کیا گیا ہے اسی مقام پر اسے دفنا دیا جائے یعنی اگر میدان جنگ میں لڑتا ہوا شہید ہوا ہے تو یہی اس کی تدفین کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ غزوہ احد میں کچھ ورثاء نے اپنے مقتولین کو مدینہ منورہ منتقل کیا، تو جب آپ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ شہداء کو دوبارہ میدان جنگ منتقل کر لو۔[9]

جنگ میں خواتین کی شرکت

شریعت نے خواتین کو جنگ میں شرکت کی مشروط اجازت دی ہے اس شرط پر کہ ان کی خدمات کا دائرہ کار جنگ اور لڑائی سے باہر ہوں گی، وہ بذات خود میدان میں نہیں اتر سکتیں۔ مثلاً: وہ مجاہدین کی مرہم پٹی اور ان کا علاج معالجہ کر سکتی ہیں اور

ان کو پانی وغیرہ پلاسکتی ہیں، لیکن یہ بھی اس شرط پر موقوف ہے کہ خواتین کی شرکت سے کسی فتنے میں ابتلاء کا اندیشہ نہ ہو۔[10]

حافظ ابن کثیرؒ نے محدث ابن ابی شیبہؒ کی روایت نقل کی ہے:

> "بنو عذرہ کی عورت نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرا ارادہ جنگ کا نہیں میں صرف جنگ میں شرکت سے اتنا چاہتی ہوں کہ میں وہاں جا کر زخمیوں کی مرہم پٹی کروں اور بیماروں کو پانی اور دوائی پلاؤں۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے عورتوں میں اس بات کا رواج پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا اور یہ خدشہ نہ ہوتا کہ بعد میں کہا جائے گا کہ فلاں عورت تو جنگ میں گئی تھی، تو میں جنگ میں شرکت کی اجازت دے دیتا لیکن اب تم گھر میں ہی رہو[11]۔"

اس حدیث سے اس مسئلہ کا واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں خواتین کو جنگ میں شرکت کرنے سے منع فرمایا تھا اور عورتوں کو خصوصاً اس وقت جب کہ اس بات کا غالب گمان ہو کہ وہ کفار کے ہاں قید ہو کر رہ جائیں گی یا وہ انہیں اٹھا کر لے جائیں گی اس وقت شرکت کی بالکل اجازت نہیں۔

غرض یہ کہ اس بات پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ خواتین پر جہاد فرض نہیں، ہاں البتہ اگر تمام کفار مل کر حملہ آور ہو جائیں اور حالات عورتوں کی شرکت کی طرف مجبور کریں تو پھر اجازت ہے ورنہ نہیں۔ اس بات میں بھی کسی کا اختلاف نہیں کہ جنگ میں خواتین صرف زخمیوں اور مریضوں کی تیمارداری اور ان کی مرہم پٹی کی غرض سے جاسکتی ہیں، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ان کی جنگ میں حاضری فتنے کا سبب نہ بنے۔[12]

دوران جنگ فخریہ انداز اختیار کرنا

جنگ کے دوران اگر کوئی کفار کو دکھانے کی غرض سے فخریہ انداز اختیار کرتا ہے تو یہ مذموم نہیں۔ ہاں البتہ عام حالات میں فخریہ انداز اختیار کرنا یا اکڑ اکڑ کر چلنا شرعاً ناجائز ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے جب جنگ میں ابو دجانہ کی چال دیکھی تو آپ ﷺ نے عرض کیا:

"انهامشية يكرهها الله الا في هذا الموضع"[13]

"یہ ایسا انداز ہے جسے اس جگہ (حالت جنگ) کے علاوہ اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔"

حالت مرض میں دوا کا استعمال

غزوہ احد میں آپ ﷺ زخمی ہو گئے تھے اور آپ ﷺ کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ ایسی حالت میں حضرت فاطمہ اور حضرت علی نے ایک چٹائی کا ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ سے آپ ﷺ کے زخم کو بھر دیا۔ اس بات سے واضح طور پر یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ حالت مرض میں دوائی کا استعمال توکل کے منافی نہیں، بلکہ عین مطابق ہے۔[14]

سریہ عبداللہ بن انیس

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی ہذیل کے سردار خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کے لیے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اور آپ کو عرفات کی وادی "عرنہ" کی طرف بھیجا۔ خالد بن سفیان ہذلی مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف تھا۔ آپ نے روانگی سے پہلے نبی علیہ السلام سے خالد کے حلیہ کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حلیہ بتاتے ہوئے فرمایا: تم جب اسے دیکھو گے تو تم پر کپکپی طاری ہو گی۔ آپ چل پڑے اس سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کردہ حلیہ دیکھ کر فوراً پہچان گئے کہ یہ وہی ملعون ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کے مطابق کپکپی محسوس کی۔ وہ کہتا ہے کہ میں سیدھا اس کی جانب متوجہ ہوا۔ اس دوران میں نے سوچا کہ میرے اور اس کے درمیان معرکہ آرائی میں نماز رہ نہ جائے، لہذا میں نے اس کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اشارے ہی سے نماز ادا کرلی۔ اس کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: عرب کا ایک باشندہ ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے کے لیے ایک لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اس نے کہا: بالکل میں یہی کام کر رہا ہوں۔ میں تھوڑی دیر اس کے ساتھ چلتا رہا، جب مجھے موقع ملا تو میں نے تلوار کے وار سے اسے ڈھیر کر دیا اور وہاں سے چل کر بخیریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: یہ چہرہ کامیاب رہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں گھر لے گئے اور ایک عصا مرحمت فرمایا کہ اس پر ٹیک لگایا کریں۔ یہ چھڑی روز قیامت ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک نشانی ہو گی۔ انہوں نے اسے بڑی حفاظت سے رکھا، حتٰی کہ وہ ان کے ساتھ دفن ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ بھی فرمایا: اس دن کم لوگ ہی عصا پر ٹیک لگانے والے ہونگے۔ [15]

مستنبط فقہیات سیرت:

دشمن کی تلاش میں مشغول ہونے والے مجاہد کی نماز

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں:

> "دشمن کی تلاش اور اس کا تعاقب کرنے والے مجاہد کی نماز کے متعلق اختلاف ہے۔ علماء کے ایک گروہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر دشمن کسی مسلمان شخص کی تلاش میں ہے اور اسے قتل کرنا چاہتا ہے، تو پھر مسلمان کو یہ حکم ہے کہ وہ اشارتاً اپنی نماز ادا کرے، لیکن اگر کوئی مسلمان کسی دشمن کے تعاقب اور تلاش میں ہے تو اس صورت میں پھر مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اشارتاً نماز پڑھے، بلکہ اسے رکوع اور سجدے کے ساتھ مکمل طریقے سے نماز کا حکم ہے اور اگر وہ سواری پر تلاش میں مشغول ہے تو علامہ ابن منذرؒ فرماتے ہیں کہ وہ سواری سے اتر کر نماز پڑھے[16]۔"

امام شافعیؒ نے اس کے ساتھ ایک اور شرط کا بھی اضافہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

> "اگر مسلمان دشمن کے تعاقب اور تلاش میں ہیں اور مسلمانوں کی تعداد بھی دشمن سے کم ہے اور وہ دشمن کی تلاش میں ایک دوسرے سے بچھڑ چکے ہوں، اب انہیں اس بات کا خدشہ ہے کہ دشمن ہم پر پلٹ کر وار کر سکتا ہے، تو یہ ایسی صورت میں مسلمان اشارے کے ساتھ اپنی نماز ادا کر سکتا ہے[17]۔ نیز اگر کسی مسلمان کو جو دشمن کے تعاقب میں ہے اسے ڈر ہو کہ دشمن کہیں دور نکل جائے گا تو ایسی صورت میں بھی اشارہ کے ساتھ نماز درست ہے و گرنہ نہیں[18]۔"

عمدۃ القاری میں علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

> "امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی دشمن کسی مسلمان کے تعاقب میں ہے تو ایسی صورت میں اس کی نماز چلتے پھرتے بھی درست ہو گی، اور اگر مسلمان کسی دشمن کے تعاقب میں ہے تو پھر ایسا کرنا درست نہیں۔ امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ دشمن کسی مسلمان کے تعاقب میں ہو یا مسلمان کسی دشمن کے تعاقب میں ہو، دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے کہ مسلمان اپنی سواری پر نماز ادا کر سکتا ہے اور یہی مذہب حسن بصریؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ، ابو ثورؒ اور دیگر علماء کا بھی ہے[19]۔"

رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں اجتہاد

عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی اجتہاد کرتے تھے، کیونکہ عبداللہ بن انیس نے اشارتاً نماز ادا کی اور آپ ﷺ کو بتانے پر آپؐ نے اس پر نکیر نہیں فرمائیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ شدت خوف کے وقت اشارتاً نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اس واقعہ سے استدلال کرنا بالکل صحیح ہے، کیونکہ عبد اللہ بن انیس نے یہ اجتہاد اس دور میں کیا جب وحی کا نزول جاری تھا اگر ایسا کرنا صحیح نہ ہوتا تو آپؐ کو بذریعہ وحی بتلا دیا جاتا۔[20]

سریہ رجیع

رسول اکرم ﷺ نے غزوہ احد کے بعد صفر 4 ہجری میں سریہ رجیع بھیجا۔ علامہ ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ یہ سریہ چھ افراد پر مشتمل تھا[21]۔ بقول امام بخاریؒ یہ سریہ دس افراد کا تھا[22]۔ علامہ سہیلیؒ نے امام بخاریؒ کے قول کو درست قرار دیا ہے۔[23] صحیح بخاری کی کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس سریہ کی امارت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دی، جنہوں نے غزوہ احد میں سلافہ بنت سعد کے دو بیٹوں کو قتل کیا تھا۔ سلافہ نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر مجھے عاصم مل گیا تو میں اس کا سر تن سے جدا کر کے اس میں شراب پیوں گی۔ حضرت عاصم کی شہادت کے بعد بنی ہذیل نے یہ ارادہ کیا کے حضرت عاصم کا سر لا کر سلافہ کو فروخت کریں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی لاش کی شہد کی مکھیوں کے ذریعے

حفاظت فرمائی اور پھر ایک سیلاب بھیجا جو آپ کی میت کو بہا کر کہیں نامعلوم جگہ پر لے گیا۔ حضرت عاصم بن ثابت نے دعا کی تھی یا اللہ میرے جسم کو مشرکوں کے ہاتھوں سے بچانا، جو کہ ان کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے پوری کی[24]۔

مستنبط فقہیات سیرت

حالت اکراہ میں رخصت اور عزیمت پر عمل

حضرت عاصم بن ثابت کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلمان قیدی خودداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کافر کی امان قبول نہ کریں تو انہیں اس بات کی اجازت ہے، اور اگر محاصرے کی صورت درپیش ہو تو ان کو گرفتاری دینے کی بھی کوئی ضرورت نہیں، بے شک انہیں قتل کئے جائیں۔ یہ تو وہ صورت ہے جب رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کریں۔ خبیب اور زید رضی اللہ عنہما کے واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مسلمان گرفتار ہو کر کسی کافر کی امان قبول کرلیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ ان دو صحابہ نے اسی طرح رخصت پر عمل کیا تھا۔ سفیان ثوریؒ رخصت پر عمل کو ناپسند کرتے ہیں، جب کہ حسن بصریؒ کے ہاں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں[25]۔

اس واقعے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کے ساتھ بھی عہد کی پاسداری کا خیال رکھنا چاہیے۔ ان کی اولاد کو مارنے یا قتل کرنے سے احتراز ضروری ہے اور جسے قتل کرنا ہے اس کے ساتھ بھی نرمی کے برتاؤ کا حکم ہے۔ اسی طرح اس واقعے سے حسب ذیل احکام بھی معلوم ہوتے ہیں۔

○ اولیاء کی کرامت برحق ہے۔
○ مشرکین پر بلا تعیین بددعا درست ہے۔
○ تختہ دار پر لٹکتے وقت نماز پڑھنا مستحب ہے۔
○ موت سے قبل شعر گوئی درست ہے۔[26]
○ ظالموں کے خلاف نماز میں دعائے قنوت پڑھی جاسکتی ہے اور اگر مسلمانوں پر کوئی آفت نازل ہو جائے تب بھی قنوت نازلہ پڑھی جاسکتی ہیں۔

غزوہ بنو نضیر

رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس بنو نضیر کے ہاں تشریف لے گئے تاکہ ان دو مقتولین کی دیت ادا کی جائے جو مسلمانوں کے حلیف تھے۔ انہوں نے کہا: ہاں دیت میں باہم معاونت کریں گے۔ آپ ﷺ، ابو بکر، عمر، علی اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم اس کے قلعہ کی دیوار کے نیچے تشریف فرما ہوئے[27]۔ یہود نے آپس میں آپ ﷺ پر چکی کا پاٹ گرانے کے لئے ایک شخص تیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کے ارادے سے اگاہ کیا۔ آپؐ اسی لمحہ اپنے اصحاب کے

درمیان سے اٹھ گئے اور مدینہ سے باہر کہیں نہ رکے[28]۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو قتال کے لیے آمادہ کیا۔ عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ کا نگران مقرر فرما کر ربیع الاول ۴ھ کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ چھ راتیں ان کا محاصرہ کیا[29]۔

مستنبط فقہیات سیرت

دشمن کی مملوکہ اشیاء کو تباہ کرنا

رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے محاصرہ کے وقت ان کی کھجوریں کاٹیں اور درختوں کو جلادیا، اس سے فقہاء فرماتے ہیں کہ اصل تو یہ ہے کہ دوران جنگ درختوں کو نہ کاٹا جائے اور نہ عمارتوں کو خراب کیا جائے۔ جنگ کا یہ مقصد نہیں کہ عوام کو تکلیف میں مبتلا کیا جائے، بلکہ صرف عوام کو ظالم حکمرانوں سے نجات دلانا مقصود ہوتا ہے، اور اگر درخت کاٹنا اور عمارت گرانا جنگی ضرورت بن جائے، جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو مثلاً دشمن اس کے پیچھے چھپا ہو اور اسلامی لشکر کو ایذا رسانی کے لیے اسے وسیلہ بنا رہا ہو تو ایسی صورت میں درختوں کے کاٹنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ آپ ﷺ نے بنو نضیر اور ثقیف کے محاصرے میں یہی طرز عمل اختیار کیا تھا۔ جن فقہاء نے عمارتیں گرانے یا درخت اکھاڑنے کی اجازت دی ہے تو ان کے قول کو اس پر محمول کیا جائے گا۔ اس کی بنیاد محض دشمن کو تکلیف دینا یا فساد نہیں ہے۔ دشمن عوام نہیں، بلکہ صرف وہ لوگ ہیں جو جنگ کے لیے ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا بنو نضیر کے کچھ درختوں کا کاٹ دینا اور جلا دینا اس امر کی بھی دلیل ہے کہ دشمن کی اشیاء ضائع کرنا امام کی رائے پر موقوف ہے۔ اگر اس سے دشمن کے ہتھیار ڈالنے کا امکان ہے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جمہور مجتہدین، امام نافع، مالک، ثوری، ابو حنیفہ، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ عنہم اسی کے قائل ہیں۔ البتہ ابواللیثؒ، ابو ثورؒ اور اوزاعیؒ سے منقول ہے کہ کفار کے درختوں کو کاٹنا اور جلانا درست نہیں۔[30]

اللہ تعالی کا وقت سے پہلے اپنے پیغمبر کو یہودیوں کی عہد شکنی اور بے وفائی سے مطلع کر دینا آپ ﷺ کا معجزہ ہے، جس کے پیش نظر تمام انسانوں کو آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہودی بار بار عہد شکنی کرتے رہے اور اللہ تعالی نے اپنا وعدہ ہر دفعہ پورا فرمایا جو اس آیت مبارکہ (وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[31] "اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا") میں آپ ﷺ سے کیا گیا تھا۔

جنگی غنائم سے متعلق نئی حکمت عملی

بنو نضیر کے اموال کی تقسیم نے اسلامی حکومت کی مالی پالیسی میں اچھے اور مستحسن اقدام کا اضافہ کیا۔ اس سے پہلے جنگی غنیمتیں قرآن کے متعین کردہ خمس کے علاه صرف مجاہدین میں تقسیم ہوتی تھیں، لیکن بنو نضیر کے اس غزوہ کے بعد غنائم کے متعلق نئی پالیسی کا اضافہ ہوا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگی غنائم نئی سیاسی پالیسی کے تحت دو اقسام میں تقسیم ہوں گی۔

1. وہ غنائم جو مجاہدین نے تلوار کے زور پر حاصل کیے، یہ مال حصہ خمس کے بعد سارے کا سارا مجاہدین میں تقسیم ہو گا۔

2. وہ غنائم جو اللہ تعالیٰ نے بغیر جنگ کے مجاہدین کے ہاتھ میں دے دیئے، اس کو مال فئے کہا جاتا ہے اور ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مال فئے کو استعمال کرنے کا اختیار حاکم وقت کو ہے کہ وہ بتقاضائے مصلحت جہاں چاہے خرچ کرے، چاہے تو ملک کی اقتصادی حالت درست کرنے کے لیے خرچ کرے، فقراء کو فقیری کی دلدل سے نکالنے، اسلحہ خریدنے، نئے شہر آباد کرنے یا راستے درست کرنے پر خرچ کرے۔ خلاصہ یہ کہ اس مال میں حاکم وقت کو اختیار ہے وہ جہاں چاہے خرچ کرے اور ضروری نہیں کہ وہ مجاہدین میں ہی تقسیم کرے۔[32]
3. بنو نضیر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ کفار کا معاہدہ توڑ دینا در اصل اعلان جنگ ہے، لہٰذا معاہدہ توڑنے والے کفار سے بلا توقف جنگ کی جاسکتی ہے۔[33]

خلاصہ بحث

رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ سیرت اسلامی تعلیمات کا ایک جامع اور مکمل دستور حیات ہے۔ آپ ﷺ کی روشن سیرت سے انسانی معاشرہ میں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کی جاسکتی ہے۔ یوں تو آپ ﷺ ساری امت کے لیے سراپا رحمت بن کر آئے تھے، لیکن جنگ جیسی نازک موڑ پر بھی بجائے اس کے کہ رحم و کرم، عدل و امن اور عفو و درگزر کا دامن ہاتھ سے چھوٹے، لیکن ایسے مواقع پر تو آپ ﷺ کی یہ صفات اور زیادہ روشن ہو کر سامنے آئیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کا جنگی رویہ، قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور آپ ﷺ کے ذریعہ طے شدہ جنگی اصولوں میں انسانی جان کی کس قدر اہمیت لوگوں کے دلوں میں بٹھائی گئی۔ تاریخ رسالت کا سب سے روشن باب آدمیت کا قیام ہے۔ یہی وجہ تھی کہ بلا امتیاز مذہب اور قبائل مشرکین اور یہود و نصاریٰ آپؐ کے پاس اپنی شکایات لاتے اور انصاف لے کر واپس ہوتے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت جس طرح امن کے ماحول میں ہمارے لیے مشعل راہ ہے تو اسی طرح جنگ میں بھی آپ کی سیرت سے ہمیں مکمل راہنمائی حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ کے غزوات و سرایا کو فقہی احکام کے استنباط کے نقطہ نظر سے مطالعہ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 الواقدی، ابو عبداللہ محمد بن عمر، المغازی (بیروت: دار العلم، 1989ء)1: 7
2 نفس مصدر
3 أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر، الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول (لاہور: مکتبۃ العلم، (س۔ن)) ص:88
4 ابو محمد عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ (اردن: مکتبۃ المنار، 1409ھ) 3: 87
5 نفس مصدر 3: 69
6 دکتور علی محمد الصلابی، السیرۃ النبویہ عرض وقائع و تحلیل احداث (مصر: الالوکۃ، 1425ھ)2: 570
7 السیرۃ النبویہ لابن کثیر 2: 30

8 نفس مصدر 2: 46

9 السیرۃ النبویہ لابن کثیر 2: 267

10 نفس مصدر 2: 48

11 أبو بکر بن أبي شیبۃ، المصنف فی الأحادیث والآثار (الریاض: مکتبۃ الرشد، 1409ھ) حدیث (2653)

12 عبدالباقی بن یوسف بن أحمد الزرقانی، شرح الزُّرقاني علی مختصر خلیل (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1422 ھ) 2: 51

13 سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر، المعجم الکبیر (قاہرہ: دار الحرمین، 1427ھ) حدیث (6508)

14 السیرۃ النبویہ لابن کثیر 2: 50

15 اس واقعہ کی سند منقطع ہے۔ (السیرۃ النبویہ، ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری، 4: 354) ابو داود نے بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے مگر اس میں عصا دفن کیے جانے کی روایت کا تذکر نہیں کیا۔ (أبو داود سلیمان بن الأشعث، سنن أبی داود (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، صیدا– (س۔ن)) حدیث (1249)

16 أبو سلیمان احمد بن محمد، معالم السنن (حلب: المطبعۃ العلمیہ، 1351 ھ) 2: 42

17 نفس مصدر

18 بدر الدین عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (بیروت: دار احیاء التراث العربی (س۔ن)) 6: 263

19 نفس مصدر

20 محمد أشرف بن أمیر بن علي بن حیدر، عون المعبود شرح سنن أبی داود (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1415 ھ) 4: 129

21 السیرۃ النبویہ لابن ہشام 3: 241

22 ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ) باب غزوۃ الرجیع، حدیث (4086)

23 أبو القاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی، الروض الأنف (بیروت: دار احیاء التراث العربي، 1421ھ) 6: 223

24 ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ہذیل نے حضرت عاصم کا سر حاصل کرنا چاہا تا کہ وہ اسے سلافہ بنت سعد کے ہاتھ بیچ دے کیونکہ احد کے دن حضرت عاصم نے سلافہ کے دو بیٹوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا تو اس نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ ان کے سر میں شراب پیے گی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام 3: 24)

25 فتح الباري شرح صحیح البخاري، حدیث (4086)

26 السیرۃ النبویہ لابن کثیر 2: 99-100

27 صحیح البخاری، باب قولہ "ما قطعتم من لینۃ" حدیث (4884)

28 السیرۃ النبویہ لابن ہشام 3: 270

29 نفس مصدر 3: 267

30 السیرۃ النبویہ لابن کثیر 2: 113-114

31 سورۃ المائدۃ 5: 67

32 السیرۃ النبویہ لابن کثیر 2: 117- 118۔۔۔ اسی طرح کی تفصیل علامہ الصلابی نے بھی نقل کی ہے۔ (السیرۃ النبویہ عرض وقائع و تحلیل احداث 2: 830)

33 أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایہ والنہایہ (لبنان: دار الریان للتراث، 1408ھ) 4: 111